فہم قرآن کی فضیلت

ابوسعد محمد صدیق
حفظہ اللہ

الحمدللہ رب العالمین والسلام علی سید المرسلین اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

﴿وما خلقنا السماء والأرض وما بینہما باطلا ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار' أم نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الأرض أم نجعل المتقین کالفجار' کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الألباب﴾ (سورۃ ص: ۲۷، ۲۸، ۲۹)

''اور ہم نے آسمان وزمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا' یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا۔ سو جنہوں نے کفر کیا' ان کے لیے آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں؟ یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یہ ایک کتاب ہے' ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے بہت بابرکت ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' اس کو ہم نے باطل (بے فائدہ' خالی از حکمت) نہیں بنایا۔'' بلکہ ان کے پیدا فرمانے میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ ایک بڑی حکمت توحید باری تعالیٰ کا اثبات مقصود ہے:

﴿لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا' فسبحان اللہ عما یصفون﴾ (الانبیاء: ۲۲)

''اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے' سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے' ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

دوسری بڑی حکمت آخرت یوم الحساب کا اثبات مطلوب ہے' جس کے کفار منکر تھے۔ دنیا میں ظلم اور عدل' نیکی اور بدی کا دور دورہ ہے۔ اکثر ظالم بدکار خوشحال نظر آتے ہیں' ان کو ان کے ظلم وبدکاری کی سزا نہیں ملتی۔

اسی طرح اکثر صالح نیک لوگ تنگ حال نظر آتے ہیں۔ باوجود نیکی کے ان کے حقوق غصب ہوتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ لہٰذا منطقی وعقلی طور پر یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ دارِفانی کے بعد یوم الحساب بھی ہے۔ جس کا اثبات قرآن کریم نے بار بار مختلف انداز سے کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ذلک ظن الذین کفروا﴾ یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ توحید اور آخرت کا انکار کفر ہے۔ (کفر کا معنی بھی انکار ہے) کیونکہ کائنات کی تخلیق کو باطل (خالی از حکمت) سمجھنا سب سے بڑی حکمت کا انکار ہے۔ لہٰذا اس انکار کی سزا بیان فرمائی:

﴿فویل للذین کفروا من النار﴾

''کافروں کے لیے آخرت میں بڑی تباہی ہلاکت اور خرابی ہے یعنی جہنم کی آگ۔''

یہ لوگ خود کہتے ہیں کہ بدکار کو سزا ملے اور نیکوکاروں کو راحت۔ تو کیا ہم ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے برابر کر دیں گے جو کفر وغیرہ کر کے دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا بالفاظ دیگر کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے؟ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قیامت ضرور آئے گی تاکہ نیکوکاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا ملے۔

اسی طرح توحید اور آخرت کے ساتھ رسالت پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے جو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں تمہارے پاس آئے جو توحید و آخرت کا اثبات اور نیک و بد کے انجام کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا فرمایا:

﴿کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوالباب﴾

یہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور تاکہ (غور سے اس کی حقیقت معلوم کر کے اس سے) اہل فہم نصیحت حاصل کریں یعنی اس پر عمل کریں۔

تین چیزیں ایمانیات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں توحید آخرت اور رسالت۔ ان تینوں کا ان آیات میں ثبوت موجود ہے۔

دوسری بات یہ کہ ان آیات میں اس مبارک کتاب کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے تدبر اور تذکر کا حکم دیا گیا ہے۔

فہم قرآن کے لحاظ سے قرآن کریم میں تین لفظ قابل توجہ ہیں۔ تدبر تذکر اور تفکر۔

پہلی چیز تدبر ہے جو قرآن حکیم کی تلاوت قرات اور سماعت میں ہی ہو سکتا ہے۔ ان تینوں کے متعلق حکم قرآنی ہے:

﴿اتل ما اوحی الیک من الکتاب﴾ (العنکبوت:۴۵)

''کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو۔''

﴿فاقرء واما تیسر من القرآن﴾ (المزمل:۲۰)

''تو قرآن میں سے جتنا آسانی سے ہو سکے پڑھو۔''

﴿واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون﴾ (الاعراف:۲۰۴)

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور کبھی کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پڑھوا کر سنتے اور روتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو ان سے کہتے: ذکرنا ربنا یا ابا موسی۔ ''اے ابوموسیٰ ہمیں رب کی یاد دلاؤ۔ (التیسیر فی اختصار تفسیر ابن کثیر۔ ص:۲۳)

تلاوت قرآن کا حقیقی نفع اسی شکل میں حاصل کیا جا سکتا ہے کہ اس کو پورے غور و فکر کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کے معانی پر توجہ دی جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"وروح تلاوة القرآن ان یتوجه الی الله بشوق وتعظیم ویتدبر فی مواعظه ویستشعر الانقیاد

فی احکامہ ویعتبر بامثالہ وقصصہ والیمر بآیة صفات اللہ وآیاتہ القائل سبحٰن اللہ ولا بآیة الجنة والرحمة السأل اللہ من فضلہ ولا بآیة النار والغضب الا تعوذ باللہ (حجۃ اللہ البالغۃ:۲/۶۷)

''تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق و تعظیم کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو اس کی نصیحتوں پر غور کرے۔ اس کے احکام کی فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرے۔ اس کی مثالوں اور قصوں سے عبرت حاصل کرے۔ جب اللہ کی صفات اور اس کی نشانیوں کا بیان آئے تو سبحان اللہ کہے۔ جنت اور رحمت کا تذکرہ ہو تو اس کا سوال کرے۔ جہنم اور غضب کا بیان ہو تو ان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔''

دوسری چیز تذکر ہے جو ذکر سے بنا ہے۔ جس کے معنی دل اور زبان کے ساتھ یاد رکھنا۔ توبہ کا تعلق کسی چیز کے علم و فہم سے ہے اور تذکر کا تعلق عمل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان آیات میں تدبر کرو' ان کا علم و فہم حاصل کرو اور جو چیز علم و فہم کے بعد سامنے آئے اس کو اپنے عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات میں بروئے کار لاؤ۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واللہ ما تدبرہ بحفظ حروفہ واضاعة حدودہ' حتی ان احدہم لیقول: قرأت القرآن کلہ' ما یری لہ القرآن فی خلق ولا عمل" (ابن کثیر:۷/۵۵)

''اللہ کی قسم' جس نے قرآن کے الفاظ یاد کر لیے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کیا' اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا' لیکن قرآن نہ ان کے اخلاق میں نظر آتا ہے' نہ اعمال میں۔''

یعنی قرآن کریم کی تلاوت و قرات کے ساتھ ساتھ اس کی اتباع ضروری ہے کہ قرآن قاری کے اخلاق و معاملات میں بھی نظر آئے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

جیسا کہ ہمارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان ہوئی کہ: کان خلقہ القرآن (مسلم' کتاب المسافرین) ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔'' اتباع قرآن کے ساتھ ہی تلاوت قرآن کا حق ادا ہو سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں صفت بیان فرمائی:

﴿الذین اتینٰہم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخاسرون﴾ (البقرۃ:۱۲۱)

''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے' اسے پڑھتے ہیں جیسا اسے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے:

"یتلونہ حق تلاوتہ: یتبعونہ حق اتباعہ" (ابن کثیر)

''وہ اس کی کما حقہ اتباع کرتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ قاری قرآن کو عامل قرآن ہونا ضروری ہے ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ صاحب مرقاۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

''ان من عمل بالقرآن فکأنه یقرأه دائما وان لم یقرأه ومن لم یعمل بالقرآن فکأنه لم یقرأه وان قرأه دائما فقد قال اللہ تعالی (کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الألباب) فمجرد التلاوة والحفظ لا یعتبر اعتبارا یترتب علیه المراتب العلیة فی الجنة العالیة (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۳۵۴/۴)

''قرآن پر عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ وہ اس کو ہمیشہ پڑھتا ہے۔ اگرچہ اس نے کبھی نہ پڑھا ہو اور جو قرآن پر عمل نہیں کرتا وہ ایسے ہے کہ اس نے کبھی نہیں پڑھا۔ اگرچہ وہ ہمیشہ تلاوت کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''یہ بابرکت کتاب ہے، ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل کی ہے کہ اس کی آیات پر غور وفکر کیا جائے اور اہل دانش اس کی تعلیمات کی بدولت خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی اصلاح کر لیں۔ اس لیے محض اس کو پڑھ لینا اور حفظ کر لینا وہ قدر ومنزلت نہیں رکھتا کہ اس کی وجہ سے بہشت بریں میں بلند مدارج حاصل ہو جائیں۔''

تیسری چیز تفکر ہے، جس کا تعلق تین چیزوں کی تفاصیل یعنی افعال اللہ، ایام اللہ اور موت و مابعد الموت کے بارے میں غور وفکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعا متصدعا من خشیة اللہ وتلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون﴾

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً تم اسے دیکھتے کہ اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا ہے اور یہ مثالیں ہیں، جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔'' (الحشر: ۲۱)

اسی طرح فرمایا:

﴿ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لأولی الألباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا او علی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار﴾ (آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((قد انزل علی فی ہذہ اللیلة (ان فی خلق السموت والارض) ثم قال: ویل لمن قرأہا ولم یتفکر فیہا)) (ابن کثیر: ۱۶۴/۲)

''مجھ پر اس رات یہ آیات نازل ہوئی ہیں، جو ان کو پڑھے اور ان میں تفکر نہ کرے اس کے لیے ہلاکت ہے۔''

فہم قرآن اور اس کی تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ وہ ستر انصار قراء صحابہ جن کو بعض لوگوں کے مطالبے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ کیا اور ان لوگوں نے ان کو شہید کر دیا ان کے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ:

"یقرؤن القرآن ویتدارسون باللیل یتعلمون وکانوا بالنہار یجیئون بالماء فیضعونه فی المسجد ویحتطبون فیبیعونه ویشترون به الطعام لأہل الصفة وللفقراء"
(مسلم، کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید)

''وہ رات کو قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے، اس کی تعلیم حاصل کرتے اور دن کے وقت شیریں پانی لا کر مسجد میں رکھتے۔ اسی طرح لکڑیاں اکٹھا کرتے، پھر اس کو بیچتے اور اس سے اہل صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خریدتے۔''

اس مصروفیت کی وجہ سے ان کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس بناء پر تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا تھا۔

فکانوا اذا جنہم اللیل انطلقوا الی معلم لہم بالمدینة فیدرسون اللیل حتی یصبحوا،
(مسند احمد: ۳/۱۳۷)

''جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے رہتے۔''

وفد عبدالقیس مدینہ آیا اور وہاں کافی دن رہا۔ انصار کے اس احسان کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس گیا:

یعلمونا کتاب ربنا تبارک وتعالیٰ وسنت نبینا ﷺ (مسند احمد ۳/۴۳۲)

''انصار ہم کو ہمارے رب کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھاتے ہیں۔''

صحیح بات ہے کہ اساتذہ، علماء، خطباء ہمارے محسن ہیں۔ انہوں نے تعلیم و تدریس اور خطبہ و وعظ کے ساتھ ہم پر احسان کیا۔ انہیں اپنی دعاؤں میں کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (کعب بن مالک) کی بینائی جاتی رہی تھی۔ وہ جمعہ کو جاتے تھے تو میں ان کی رہنمائی کرتا تھا۔ جب ہم جمعہ کے لیے مسجد کی طرف جاتے اور وہ جمعہ کی اذان سن لیتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بخشش کی دعا کرتے تھے۔ میں نے جب بارہا ان سے یہ دعا سنی تو میں نے یہ سوچا کہ ''یہ تو بڑا نکما پن ہوگا اگر میں اس کے متعلق ان سے دریافت نہ کروں۔'' آخر ایک جمعہ کو جب حسب عادت میں ان کو لے کر نکلا اور انہوں نے جمعہ کی اذان سنی تو حسب معمول اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ میں نے عرض کیا آپ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں آخر اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے اسعد پہلا آدمی تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل مدینہ میں حرہ بنی بیاضہ کے ویرانے میں ہمیں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆